مولانا محمد یونس بٹ

داخلی استحکام اور اُس کے ذمہ داران

فضیلۃ الشیخ مولانا محمد یونس صاحب جامعہ سلفیہ میں سینئر مدرس ہیں اور عرصہ بیس سال سے تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ وفاق المدارس السلفیہ پاکستان کے ناظم دفتر اور دارالافتاء جامعہ کے رکن ہیں۔ جامعہ سلفیہ میں مستقل خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہیں۔ جس میں حالات حاضرہ پر مکمل اور سیر حاصل تجزیہ شامل ہوتا ہے اور کتاب و سنت کی روشنی میں اس کا حل بھی پیش کیا جاتا ہے۔ ذیل میں ہم ان کا خطبہ بعنوان ''داخلی استحکام اور اس کے ذمہ داران'' دے رہے ہیں۔ امید ہے قارئین مستفید ہوں گے۔ (ادارہ)

(لقد کان لسباء فی مسکنھم اٰیۃ) قوم سبا کے لئے ان کے اپنے ہی ملک میں بے شمار درس عبرت ہیں۔ (جنتٰن عن یمین و شمال) ان کے ملک میں ہر جانب سبزہ ہی سبزہ تھا دائیں جانب ہو بائیں جانب ہو باغات ہی باغات تھے۔ (کلوا من رزق ربکم) یہ سب کچھ عطا کرنے کے بعد ان سے ایک ہی مطالبہ تھا کہ اپنے رب کا عطا کردہ رزق کھاؤ۔ (واشکروا لہ) اور اس کا شکر ادا کرو۔ (بلدۃ طیبۃ و رب غفور) تمہیں ایک بہترین امن و امان والا خوبصورت ملک عطاء کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تمہارا آقا بھی۔ تمہارا مالک بھی' تمہارے رب بھی مہربان ہو اور علاقہ بھی سرسبز و شاداب ہو تو پھر انسان کو اور کیا چاہئے۔ لیکن (فاعرضوا) قوم سبا نے اللہ کی تعلیمات سے اور اس کا شکر ادا کرنے سے اعراض کیا۔ (فارسلنا علیھم سیل العرم) تو ہم نے ان پر ایک ایسا سیلاب بھیجا جس کے سامنے کوئی چیز نہ ٹھہر سکی۔ (و بدلنٰھم بجنتیھم جنتین ذواتی اکل خمط و اکل خمط و اثل و شئی من سدر قلیل) پھر ہم نے ان کے سرسبز و شاداب باغات چھین کر اجڑے ہوئے ویران باغ دے دیئے۔ جن میں سوائے جھاڑیوں' بدمزہ پھلوں اور کچھ بیریوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ (ذلک جزینٰھم) ہم نے ان کو یہ جزاء کس بات کی دی۔ (بما کفروا) کہ انہوں نے ہماری نعمتوں کے جواب میں ناشکری کا رویہ اختیار کیا۔ (و ھل نجزی الا الکفور) اس طرح کا بدلہ ہم انہی کو دیتے ہیں جو ہمارے ناشکرے ہوتے ہیں۔

ایک اور مقام بھی قرآن حکیم میں بیان فرماتا ہے۔ (وضرب اللہ مثلا قریۃ) کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کی مثال بیان کی ہے۔ (کانت اٰمنۃ مطمئنۃ) جو بڑے امن و اطمینان کے ساتھ زندگی گزر رہی تھی۔ (یاتیھا رزقھا رغدا من کل مکان) اور ان کے پاس کھانے پینے کا سامان وافر مقدار میں ہر جانب سے چلا آ رہا تھا۔ (فکفرت بانعم اللہ) تو اس قوم نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی۔ (فاذاقھا اللہ لباس الجوع والخوف) تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ناشکری کی بناء ان پر بھوک اور خوف مسلط کر دیا۔ (بما کانوا یصنعون) ان کی ان کرتوتوں کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے۔

کسی بھی ملک' معاشرے اور گھرانے کے استحکام کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ہر ہر فرد اپنے ملک کو مستحکم دیکھنے کیلئے' معاشرے کو مضبوط کرنے کیلئے اپنا کردار ادا کرے۔ اگر کسی بھی ملک و معاشرے کے تمام طبقات اپنا کردار ادا کرنے کی جائے ساری کی ساری ذمہ داری کسی اور کے کندھوں پر ڈال دیں تو پھر وہ ملک مستحکم نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم اپنے وطن کو مستحکم دیکھنا چاہتے ہیں تو پھر اس کا حصول کسی ایک فرد' ایک جماعت یا ایک گروہ کی ذمہ داری نہیں بلکہ

اس ملک میں بسنے والے ہر فرد' ہر گروہ اور ہر طبقے کی ذمہ داری ہے کہ اس کے استحکام کے لئے اپنا کردار ادا کرے۔

کسی بھی ملک کے استحکام کے لئے فوج اور سائنسدانوں کا کردار نمایاں ہوتا ہے۔ جو اپنے وطن کے دفاع اور سرحدوں کی حفاظت کے لئے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہیں۔ لیکن سرحدوں کے دفاع و استحکام کے ساتھ ساتھ ملک کے داخلی استحکام کی بھی شدید ضرورت ہوتی ہے اور ملک کے داخلی استحکام کے لئے جو طبقات' جو گروہ کردار ادا کر سکتے ہیں۔ وہ ملک کے قائدین' سیاست دان اور علماء ہوتے ہیں۔ جو اپنے ہم وطنوں کی تربیت و اصلاح کے لئے اقدامات کرتے ہیں۔ اس طرح ملک کے ذرائع ابلاغ اور صحافت کا بھی کردار ہوتا ہے کہ اگر کسی ملک کے صحافی اخلاص اور حب الوطنی کے تقاضوں کے ساتھ اپنا کردار ادا کریں اور ذرائع ابلاغ اپنے ہم وطنوں کی تربیت واصلاح کیلئے اپنی صلاحیتیں بروئے کار لائیں تو وطن مستحکم ہوتا ہے۔

ان کے ساتھ ساتھ وہ طبقہ جو کسی ملک کے استحکام کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے وہ نظام عدل سے وابستہ افراد ہیں۔ اگر جج حضرات اپنے ہم وطنوں کو ظالموں کے ظلم سے بچانے کے لئے انصاف کا دامن پکڑتے ہوئے ان کی دہلیز پر انہیں انصاف مہیا کریں تو ملک مستحکم ہوگا اور اس کا داخلی نظام استحکام پائے گا۔

اسی طرح ملکی استحکام کے لئے نظام تعلیم و تدریس سے وابستہ افراد کا کردار بھی نہایت اہم ہوتا ہے۔ اگر یہ سارے طبقات' یہ سارے گروہ اور یہ سارے افراد صحیح معنوں میں اپنی اپنی ذمہ داریاں ادا کریں تو یقیناً یہ اپنے وطن کو ایک مستحکم وطن بنا سکتے ہیں۔

اسی طرح مالیاتی ادارے اور تاجر حضرات بھی اگر صحیح معنوں میں اسلامی اصولوں کے مطابق اپنی معیشت کو مضبوط کریں تو پھر ملک بھی مضبوط ہوگا۔ اس کی معیشت بھی مضبوط ہوگی لیکن اگر یہ سارے کے سارے طبقات اپنی اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کے بجائے استحکام وطن کی ذمہ داری صرف حکمرانوں کے سر یا فوج کے کندھوں پر ڈال دیں تو اس طرح کوئی ملک بھی استحکام حاصل نہیں کر سکتا۔

ہمارے ملک کے سائنس دانوں اور فوج نے اپنی اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرتے ہوئے ایٹمی طاقت کے حصول اور میزائل کی تیاری کے ساتھ سرحدوں کی حفاظت کے لئے اپنا کردار ادا کیا ہے۔ لیکن اگر دیگر طبقات اور دیگر افراد' اپنی ذمہ داریوں کو ادا نہیں کریں گے تو محض سرحدوں کا دفاع کسی بھی ملک کے استحکام کے لئے کافی نہیں ہوا کرتا۔ آپ کسی مریض کو بچانے کیلئے اس کے ارد گرد مسلح باڈی گارڈ مقرر کر دیں لیکن اس مریض جسم کے علاج کے لئے کوئی تدبیر نہ کریں۔ اس جسم کے داخلی استحکام' اس جسم کی داخلی کمزوریوں کا کوئی علاج نہ کریں تو پھر اس جسم کے ارد گرد ایک دو نہیں ہزاروں باڈی گارڈ کھڑے کر دیں وہ اس مریض کو موت کے منہ میں جانے سے نہیں بچا سکتے۔ بعینہ اگر ہم پاکستان کو مستحکم دیکھنا چاہتے ہیں تو سرحدوں کے دفاع کے ساتھ ساتھ ہمیں داخلی طور پر مستحکم کرنا ہوگا۔

اگر ہم نے یہ سمجھ لیا کہ ہم نے دفاع میں بہت کامیابی حاصل کر لی ہے۔ ہم دفاع کے میدان میں ناقابل تسخیر ہو گئے ہیں' ہم نے ایٹمی قوت حاصل کر لی ہے' تو پھر یہ ایٹمی قوت ہمارے داخلی بگڑے ہوئے نظام کو سہارا نہیں دے سکتی۔

روس بھی ایٹمی قوت تھا اور اب بھی ہے مگر یہ ایٹمی قوت روس کو ٹوٹنے سے نہ بچا سکی۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم اپنے ملک کو ہر لحاظ سے مستحکم و مضبوط دیکھیں تو پھر ہمیں اس کے داخلی نظام کو مستحکم و مضبوط کرنا ہوگا اس کے لئے سب سے بڑی ذمہ داری علماء و سیاست دانوں کی ہے۔ اس لئے کہ علماء کرام اور سیاست دان قوم کے قائد و رہنما ہوا کرتے ہیں اور عوام اپنے انہیں قائدین اور رہنماؤں کو دیکھ کر اپنی زندگی کے انداز تبدیل کیا کرتے ہیں۔ اگر ہمارے وطن کے سیاست دان دولت کے حریص ہو جائیں۔ ملکی خزانے کو لوٹنا شروع کر دیں تو ان کو دیکھ کر ہمارے وطن کا ہر شخص راتوں رات امیر بننا چاہے گا۔ دولت کو اکٹھا کرنے کے لئے' کوٹھیاں حاصل کرنے کیلئے' بڑی بڑی گاڑیوں کا مالک بننے کے لئے ہر وہ طریقہ اختیار کرے گا جس سے اس کے مقاصد حاصل ہو جائیں۔ بے شک وہ طریقہ خلاف شریعت اور اخلاق کی دھجیاں بکھیرنے والا ہی کیوں نہ ہو۔ دولت کے حصول کے لئے ہم اپنے سیاست دانوں کے شانہ بشانہ چلنا چاہیں گے۔ جو

جس علاقے میں عدل کا بول بالا ہو' ظلم کا نام مٹا دیا گیا ہو اس نے خطے کو دنیا کی کوئی طاقت ختم نہیں کر سکتی۔

قومی خزانہ لوٹ رہے ہیں اور اپنے بنک بیلنس بڑھا رہے ہیں۔

اگر ہمارے وطن کے سیاست دان صحیح معنوں میں محب وطن بن جائیں۔ یہ جذبہ لے کر کہ ہم نے اپنی عوام کی اصلاح کرنی ہے۔ ہم نے اپنی عوام کو ایک گائیڈ لائن دینی ہے۔ ہم نے انہیں رہنما اصول دینے ہیں۔ ہم نے انہیں وہ انداز زندگی دینا ہے کہ جس پر چل کے وہ

حال ہو گا؟ نہ سیاست دان ہمارے عوام کی اصطلاح میں مخلص ہیں اور نہ علماء کرام اپنے وطن کے شہریوں کی اصطلاح کے لئے کوئی صحیح کردار ادا کر رہے ہیں۔ تو پھر کون ہے جو ہم وطنوں کی اصلاح کرے گا۔ اگر علماء کرام صحیح ہو جائیں تو پورا معاشرہ صحیح ہو سکتا ہے۔ معاشرہ میں ان کا وہی مقام ہے جو جسم میں دل کا مقام ہوتا ہے اگر کسی جسم کا دل صحیح کام کرے تو اس

صرف سرحدوں کا دفاع کسی ملک کو بچانے کے لئے کافی نہیں ہوتا۔ ہر ہر فرد کو اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا ہو گا۔

اپنے ملک کی معیشت کو مضبوط کر سکیں۔ اپنے وطن کو مستحکم کر سکیں اگر سیاست دان یہ انداز اختیار کریں گے تو پھر اس وطن کے شہری بھی وہی انداز اختیار کریں گے۔

اسی طرح ہمارے وطن کے علماء کا لوگوں کے دلوں میں احترام ہے کہ یہ لوگ ہمیں اللہ اور اس کے رسول کی تعلیم دیتے ہیں اور ہمیں بتاتے ہیں کہ ہمارے خالق و مالک نے زندگی گزارنے کے ہمیں کیا اصول دیئے ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کیسی تھی اور ان کا اسوہ حسنہ کیا تھا جسے اختیار کر کے ہم بھی ایک کامیاب قوم ہو سکتے ہیں۔ جس پر چل کر ہم دنیا میں بھی کامیاب بن سکتے ہیں اور آخرت میں بھی' لیکن اگر یہ علماء کرام اپنی ذمہ داریوں کو ادا نہ کریں۔ یہ بھی دولت کے پجاری بن جائیں۔ دنیا کو سمیٹنے کیلئے اپنے دین و مذہب کو بیچنے لگ جائیں اور لوگوں میں محبت و الفت کے پھول چننے کی جائے نفرت کے بیج بونا شروع کر دیں تو پھر بتایئے ہمارے وطن کے شہریوں کا کیا بنے گا؟ اور ہمارے معاشرے کا کیا

کا سارا جسم صحیح ہوتا ہے اگر کسی کا دل بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ اسی طرح کسی بھی معاشرے میں علماء کرام کی حیثیت دل کی ہے اگر علماء کرام صحیح ہو جائیں اور اپنا کردار صحیح ادا کرنا شروع کر دیں تو اس کائنات کی سب سے بہترین مخلوق ہیں لیکن کسی معاشرے کے علماء بگڑ جائیں تو پھر اس دنیا کی بدترین قوم بھی یہی ہوں گے۔ اس لئے علماء کرام کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اگر علماء اپنی ذمہ داری کو صحیح معنوں میں ادا کریں۔ صحیح معنوں میں انبیاء کے وارث بن کر' انبیاء کے انداز میں' انبیاء کے اسلوب میں' ان کے منہج' منہج نبوت کو اپناتے ہوئے اپنی ذمہ داریوں کو ادا کریں۔ اپنے دل سے دولت کی طمع' دنیا کی حرص نکال پھینکیں' اقتدار کی تمنا کیئے بغیر لوگوں کی اصلاح کی آرزو لے کر میدان عمل میں نکلیں تو یہ طبقہ یہ قوم یہ گروہ اس کائنات کی بہترین قوم بن جائیں گے مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے دلوں سے دنیا کی حرص' اقتدار کی تمنا نکال پھینکیں' صحابی رسول حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت زاہد

قسم کے آدمی تھے۔ اسلام سے قبل بہت بڑے تاجر تھے۔ لیکن جب اللہ نے تعالیٰ نے دولت اسلام سے نوازا تو اپنی تجارت سے زیادہ تعلق ختم کر دیا زیادہ سے زیادہ وقت اللہ کی عبادت میں گزارنے لگے اور کہا کرتے تھے کہ میں نے اسلام لانے میں تاخیر کر کے بہت سی خیر اور بھلائی سے محرومی پائی ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ وقت اپنے رب کے حضور صرف کروں۔

خلافت عمرؓ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ' حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہتے ہیں۔ اے ابو درداءؓ میں نے تجھے شام کا حاکم بنا دیا ہے۔ شام کی گورنری سنبھال لو اور وہاں کے حالات کو صحیح کرو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ اے امیر المومنین مجھے حکومت نہیں چاہیے۔ مجھے اقتدار نہیں چاہیے۔ کسی علاقے کی گورنری نہیں چاہیے۔ آپ مجھے اس سے دور رہنے دیجئے لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نہیں ابو درداءؓ تمہیں میری بات ماننا ہو گی۔ تم حکومت کے کاموں میں میرا تعاون کرو گے تو اس طرح میں بھی اپنے فرائض صحیح معنوں میں سرانجام دے سکوں گا۔ اگر تم نے میرا ساتھ نہ دیا تو میں کس طرح اتنی بڑی ذمہ داری ادا کر سکوں گا تو ابو درداء رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ اے امیر المومنین اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کے ساتھ مل کر کوئی کردار ادا کروں تو مجھے حکومت نہیں چاہیے۔ آپ مجھے شام بھیجئے میں وہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو عام کروں گا۔ کتاب و سنت کی تعلیم کو پھیلاؤں گا۔ یہ انداز تھا علماء کرام کا کہ اگر اقتدار بھی ملتا

تو پاؤں کی ٹھوکر سے ٹھکرا دیتے کہ ہمیں اقتدار نہیں چاہیے کیونکہ ہم جو کام مساجد کی صفوں پر بیٹھ کر کر سکتے ہیں ایوان اقتدار میں بیٹھ کر نہیں کر سکتے۔ اس لئے علماء کا فرض بنتا ہے کہ اپنے دلوں سے دولت کی حرص، دنیا کی تمنا، دنیا کا جاہ و جلال، دنیا کا اقتدار تمام کو دل سے نکال دیں۔ صرف ایک ہی مقصد لے کر میدان عمل میں نکلیں کہ ہم نے اللہ کے بندوں کو اللہ کے دین سے آشنا کروانا ہے اور اسی کے سامنے جھکنے پر مجبور کرنا ہے۔

اے پاسبان وطن عزیز! اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہمارا ملک ترقی کی شاہراہ پر قدم رکھے تو علماء کرام کو صحیح معنوں میں اپنا کردار ادا کرنا ہوگا اور سیاست دانوں کو محبّ وطن بن کر عوام کی اصلاح کا بیڑا اٹھانا ہوگا۔ اگر کسی ملک کے علماء وسیاست دان دونوں بگڑے ہوئے ہوں تو ہزار میدانوں میں آپ آگے بڑھ جائیں لیکن ترقی کے میدان میں آپ ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتے۔

دوسری چیز جو کسی بھی ملک کے استحکام کے لئے ضروری ہے وہ عوام کو ان کی دہلیز پر انصاف مہیا کرنا ہے۔ اگر کسی علاقے میں اللہ کی حدود اور نظام عدل کو نافذ کر دیا جائے، عدل کا بول بالا ہو، ظلم کا نام ونشان مٹا دیا جائے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اس ملک کو ختم نہیں کر سکتی۔ جس ملک کا نظام عدل تو صحیح بنیادوں پر استوار ہو۔ لیکن عوام کو حصول انصاف کے لئے دربدر کی ٹھوکریں کھانی پڑیں۔ ہزاروں کے ٹیکس ادا کرنے پڑیں۔ ایک درخواست دینے کے لئے خون پسینہ ایک کرنا پڑے، ظالم سے اپنا حق لینے کے لئے اپنی زندگی کی ساری کمائی ان وکلاء اور ججز کے حوالے کرنا پڑے تو پھر اس ملک میں عوام کو کس طرح انصاف ملے گا اور کس طرح ظلم کا خاتمہ ہوگا اور جب تک کسی ملک میں ظلم کا خاتمہ نہ کیا جائے۔ ظلم عام ہوتا ہے اور ظلم کی زیادتی منافقوں کو جنم دیتی ہے اور محبّ وطن لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کرتی ہے۔ اگر کسی ملک میں انصاف عام ہو، ظالموں کو ان کے ظلم کی پاداش میں گردن سے فوراً اچک لیا جائے پھر ایسے وطن میں نہ کوئی منافق پیدا ہوگا اور نہ کوئی باغی جنم لے گا اور نہ کوئی اپنے وطن کے راز دشمن کو بیچ کر دولت کو حاصل کرنے کی جرات کرے۔

خلافت فاروقی میں مسلمان فوج ایران کے میدانوں میں جہاد میں مصروف تھی کہ ایران کے ایک شہر "شتر" کا ایک قلعہ مسلمانوں کے لئے ایک مضبوط قلعہ ثابت ہوا۔ ایران کے سپہ سالار "ہرمزان" نے قلعہ بند ہو کر مسلمانوں کو نقصان پہنچانا شروع کر دیا۔ اپنے قلعے کے اردگرد خندقیں کھودلیں۔ ان خندقوں کو عبور کر کے قلعے کی دیوار کو پھلانگنا مسلمان مجاہدین کے لئے بہت مشکل ہو گیا اور مسلمان لشکر کے سپہ سالار حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ پریشان بیٹھے تھے کہ طویل محاصرے کے باوجود ہم ایرانیوں کو قلعے سے باہر آنے پر مجبور نہیں کر سکے۔ سوچ ہی رہے تھے کہ اچانک قلعے سے ایک تیر آکر گرتا ہے۔ اس تیر کے ساتھ ایک خط تھا جس میں مسلمان مجاہدوں کو مخاطب کر کے کہا گیا تھا کہ اے مسلمان مجاہدو! ہم نے سنا ہے کہ تم وعدے کے پکے ہو، تم ظلم نہیں انصاف کرتے ہو، میں تمہارا ساتھ دینا چاہتا ہوں تم مجھے میری جان کی امان دے دو، میرے سب خاندان اور میرے ساتھیوں کی امان دے دو تو میں ایک خفیہ راستہ بتا سکتا ہوں۔ جس راستے سے گزر کر تم شہر میں داخل ہو سکتے ہو اور ایرانیوں کے قلعے پر قابض ہو سکتے ہو۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اس خط کو پڑھتے ہی فوراً اس تیر کے ساتھ جواب لکھ کر واپس پھینک دیتے ہیں کہ ہمیں منظور ہے۔ ہم تمہیں بھی، تمہارے خاندان اور ساتھیوں کو بھی امان دیتے ہیں۔ یہ خط وہاں پہنچتا ہے تو ایک ایرانی دیوار پھلانگ کر باہر آ جاتا ہے اور مسلمانوں کے سپہ سالار سے کہتا ہے کہ میں ایسا خفیہ راستہ تمہیں بتاتا ہوں جو سرنگوں اور دریاؤں سے گزر کر قلعے کے اندر پہنچتا ہے تو ایرانی سے پوچھا جاتا ہے کہ تم کس بنا پر اپنی قوم سے بغاوت پر آمادہ ہوئے ہو، تم ایرانی ہو، کس چیز نے تمہیں مجبور کیا کہ اپنی قوم کا ایک راز ہمارے حوالے کرو۔ تو اس نے جواب دیا کہ میں کوئی عام آدمی نہیں میرا تعلق شاہی خاندان سے ہے، ہرمزان نے میرے بھائی کو قتل کروا دیا، میرے خاندان کے افراد قید کر ڈالا، ہم پر ظلم کے پہاڑ توڑے۔ ہمیں بہت سی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا، اب وہ مجھے مروانا چاہتا ہے۔ اس لئے ہم اپنی قوم کے ظلم وستم پر تمہارے عدل و انصاف کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہم اپنی قوم کی بدعہدی کے بجائے تمہاری وفا شعاری کو سلام پیش کرتے ہیں۔ یہی وجہ تھی جس نے مجھے اپنی قومی راز تمہارے حوالے کرنے پر مجبور کیا۔

اگر کسی قوم میں ظلم و ستم عام ہو جائے۔ حکمران اپنی قوم کو انصاف مہیا نہ کر سکیں اور جج حضرات بھی انصاف سے فیصلے کرنے سے قاصر ہوں تو وہاں ظلم کی آندھیاں

چلنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس قوم کے اندر باغی پیدا ہو جاتے ہیں۔ محب وطن اپنے ہی وطن کے راز بیچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ اپنے وطن سے ظلم کا خاتمہ کیا جائے۔ انصاف کا بول بالا کیا جائے۔ اپنے ہم وطنوں کو ان کی دہلیز پر انصاف بغیر عدالتی فیس کے مہیا کیا جائے۔ تو پھر دیکھیں کس طرح آپ کے ملک کے شہری محب وطن بنتے ہیں۔ کس طرح آپ کے وطن سے باغیوں کا خاتمہ ہوتا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو انصاف دینے والے ہیں انصاف کی دھجیاں بکھیرنا شروع کر دیں، عدل وانصاف کی بجائے رشوت لے کر ان کی مرضی کے فیصلے کرنا شروع کر دیں۔ جج حضرات حکمرانوں کی منشاء کے مطابق فیصلے صادر فرمائیں تو پھر بتلایئے کس طرح وہ ملک استحکام حاصل کر سکتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ کسی بھی ملک کے داخلی استحکام کے لئے وہاں کے سیاست دان، وہاں کے علماء کرام اپنا صحیح کردار ادا کریں اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے ہم وطنوں کو ان کی دہلیز پر منصفانہ فیصلہ سنانے کے لئے جج حضرات اپنے فرائض ادا کریں۔ تاجر حضرات اور مالیاتی ادارے، اسلامی نظام معیشت اور اصول تجارت اپنی اساس بنائیں تو ملک معاشی طور پر مستحکم ہو گا، بے روزگاری کا خاتمہ ہو گا، رب کائنات کا فرمان ہے:

• ولو انهم اقاموا التوراة والانجيل وما انزل اليهم من ربهم من فوقهم و من تحت ارجلهم. (المائده آیت نمبر 66)

اسلامی نظام معیشت کو ٹھکرا کر آپ ہزارہا خوشنما سودی سکیمیں جاری کر لیں۔ راتوں رات کروڑ پتی بننے کا جھانسا دیں یہ سب کچھ معیشت کی بربادی کا سبب تو بن سکتا ہے بے روزگاری کا تحفہ تو دے سکتا ہے، تجارت کا خاتمہ کر سکتا ہے، لیکن قوم کو معاشی استحکام نہیں دے سکتا۔ اسی طرح نظام تعلیم سے منسلک افراد اپنی اپنی ذمہ داریاں ادا کریں تو پھر وطن عزیز کو مستحکم کر سکیں گے۔ اگر دفاعی لحاظ سے اپنے وطن کو مستحکم کر لیں تو اس کی مثال وہی ہے جو میں نے پہلے عرض کی ہے کہ ہم ایک مریض جسم کا علاج نہیں کرتے اس کی بیماری کو دور کرنے کے لئے کوئی کوشش نہیں کرتے لیکن اس جسم کے دفاع میں باڈی گارڈ اسلحہ دے کر کھڑے کر دیتے ہیں۔ فوج کا تعاون حاصل کر لیتے ہیں مگر اس کے بگڑے ہوئے داخلی نظام کو درست کرنے اور نظام انہضام کی اصلاح کے لئے کوئی کوشش نہیں کرتے تو پھر جتنے مرضی باڈی گارڈ لے آیئے، جتنا مرضی مضبوط دفاع حاصل کر لیجئے آپ اس مریض جسم کو موت کے منہ سے نہیں بچا سکتے۔

وما علينا الا البلاغ

تبصرہ کتب

نام۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سہ ماہی "المیزان"

مدیر۔۔۔۔۔۔۔۔۔ محمد امین شہیدی

مقام اشاعت۔۔۔۔ 1-10/2-944 اسلام آباد

تمام تعریف اس معبود بر حق کیلئے جس کی حکمت کے تابع اس کی مخلوق اپنے اپنے کام میں مگن ہے۔ کوئی نت نئے کاروبار کے لئے سر تھامے بیٹھا ہے تو کسی کو نئے انداز سے خدمت دین کی فکر دامن گیر ہے۔

قران کریم "اسم وحدہ" کی اس جہان فانی میں لازوال کرم نوازی کی حیثیت رکھتا ہے۔ جیسے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور خصوصاً ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محنت اور توجہ نے امت کے اجتماع کا نشان بنا دیا گیا۔

زیر نظر سہ ماہی مجلہ "المیزان" اسلام آباد سے شائع ہونے والے علمی رسائل میں ایک "جدید" اضافہ ہے رسالہ اپنے موضوع کے اعتبار سے واقعی انفرادیت کا حامل ہے کہ صرف "قرآن حکیم" کے متعلقات پر حاوی ہے۔ قرآن سے علوم وفنون اگرچہ پہلے بھی مختلف رسائل کی زینت بنتے رہتے ہیں بلکہ خصوصی کاوشیں بھی اس خزینہ رحمت سے پردہ کشائی اسکی طرف رہنمائی میں مگن نظر آتی ہیں تاہم "المیزان" کا اپنا طرہ امتیاز ہے مجلس ادارت کہنہ مشق اساتذہ اہل فن پر مشتمل ہے قحط الرجال کے دور میں ایسی کہکشاں کا اجتماع کا ممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے رسالہ اپنے اس وصف کو قائم رکھتے ہوئے منزل کی جستجو کا طالب رہا تو بعید نہیں کہ یہ اخوت دشوار گھاٹی کیسے چراغ صبح ثابت ہو جس کا حصول بعید سے بعید اور ناممکنات سے شمار ہونے لگا۔

مضامین بعض مقامات پر "اخوت کا دامن" تار تار کرنے والے "بین السطور" خیالات کے غماز ہیں جبکہ یہ آسان کام بہت

بقیہ صفحہ نمبر 17 پر